

خود گردش بن جائے، اسے کون روک سکتا ہے؟

۲۔ شرح : عشق مجھے اس صحرا میں دوڑا رہا ہے، جہاں کوئی راستہ ہے تو صرف ایک اور وہ تصویر کی آنکھ کی نگاہ ہے، گویا بالکل موہوم ہے۔
بجنوری مرحوم اس شعر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”دشتِ وفا میں عشق کی تلک و دو کا انجام موت ہے۔ اس بحرِ سراب کا کوئی ساحل نہیں، کوئی جادہ نہیں، جس سے مسافر جان سلامت لے جاسکے۔ راہِ عدم کو مرزا کمالِ شاعری سے یوں بیان کرتے ہیں کہ صرف ایک راستہ ہے اور وہ نگہِ دیدہ تصویر ہے، یعنی کوئی راستہ نہیں۔ عدم کو وجود کے لباس میں کیا خوب جلوہ گر کیا۔“

۳۔ شرح : خواجہ حالی فرماتے ہیں :

”جادہ یعنی بیٹا (پگڈنڈی) کو دمِ شمشیر سے تشبیہ دی ہے۔ مطلب شعر کا یہ ہے کہ عشق کے آزار و تکلیف میں جو لذت ہے۔ جی تو یہی چاہتا ہے کہ اس لذت سے خوب دل کھول کر ممتنع ہوں، مگر چونکہ وفا کی راہ سراسر تلوار کی دھار پر ہے، اس لیے پہلے ہی قدم پر موت نظر آتی ہے۔ پس افسوس ہے کہ لذتِ آزار کی حسرت دل کی دل ہی میں رہی جاتی ہے۔“

تلوار کی دھار پر جو بھی قدم رکھے گا، وہ یقیناً کٹ مرے گا اور وفا کا راستہ تلوار کی دھار کے سوا کوئی ہے بھی نہیں، اس لیے ظاہر ہے کہ عاشق دکھ اٹھانے اور ایذا سہنے کی جس لذت کے رسیا ہیں، تلوار کی دھار پر چلنے سے وہ پوری ہوتی نظر نہیں آتی، لہذا صورتِ حال یہ ہے کہ نہ وفا کو چھوڑ سکتے ہیں نہ دمِ شمشیر پر چلنے میں متاثر ہو سکتے ہیں، نہ دکھ کی لذت بہ قدرِ ذوق حاصل کر سکتے ہیں اس لذت کی حسرت دل ہی میں رہی جاتی ہے۔

ہم۔ لغات۔ زبونی : بے بسی، لاچاری، ذلت، عاجزی، زبونی کش